

روشنی اور خوشبو

۲۵ وین تخلیق

حیات وارثی



رَبِّ الْقَرْبَلَةِ وَرَبِّ الْمُسْكَنِ سَيِّدُ الْمُهَاجِرِينَ مَوْلَانَ الْعَزِيزَ



حضرت سید عبد السلام
 عرف میل بالکار وحشت
 اللہ علیہ کی جانب سے
 کب وارثہ کسی بے
 سین کاوش کسی کسی خو
 کو ایک سبھ بھش
 گردستہ بن اپنی وحشت کیجی
 کامل درس عالم نا عمل
 ولی فضیر جو داخل
 سلسلہ حضرت عبداللہ
 شاہ شہید رحمۃ اللہ
 علیہ سے بن لکھ اسرا
 صور کرامیں میں ان کا
 مراویہ
 بے کلام وارثت پاک علام
 نواز عطیہ اللہ ذکرہ کیجی
 حکم بر کا کبا اس کام کو
 گون وارث اپس جانب
 سبوب کر کیجی توہین
 حکم مرشدہ کا ارکاب نا
 کرے اگر گون بھی
 شخص بہ کیجی کچے اس
 نے ہی نہیں اپنے میان نہ
 مل لیجیے کا کہ بہ
 جھوت بول بھی علام کا
 کام غلام کرنا بھی بھی
 مرشد کیے حکم کی
 تعصیل کرنا بھی نا کم
 تصریف اور وادہ والیں وصول
 کرنا
 برائیہ میر بخش سے
 وارثوں بر حکم مرشد کی
 ایجاد لازم ہے جھوت
 بولیے اور وادہ والیں سے بر
 سز گرس شکریہ

روزی
اویں
دو بُو

چیزوں مَطبوخ تخلیق

سیدتیات وارثی

نامہ بین جگات فلادی اُجڑل سکھری، آل اندیا بندی اور وہ سر
سچ نامع اُف ریکھنے

• دوشني اور خوشبو
• سيد حيات داری
• سنه اساعت سنه
• ناشر: پيتحات فارلي: باع الوار، لکھنؤ
• نشرت: بيس رويه
• نشرت: محفوظ اون فازن آل انڈرا بندی اردو سنگ، لکھنؤ



MR. SALEEM JAFRI
DUBAI, (U.A.E.)

انساب

الدُّوْشِرُ وَ الدُّوْبُتُ كُوْفَالِيُّ دُعْتُونَ سَكُرُونَ سَكُرُونَ رُوسُ شَنَاسُ كَافَنَ فَالَّا:

هَنْدُو بَاكُ دُوْسُتُ كَيْ بَيْنَانَ مُبَرَّزُ:

شَرَافَتُ دُخْلُصُ كَيْ بَيْكُ:

بَهَائِي سَلَيْمَ جَعْفُريٰ يُ دُبُّي (عِرَابَا) كَانَام

صَحَّتِ لِشَادِمَانِ عَظَمَتِ الْكَامِانِيِّيِّ
نِيكِ خَواهِشَاتِ كَيْ سَانَقَهُ:

حَيَاتُ وَارَلِي





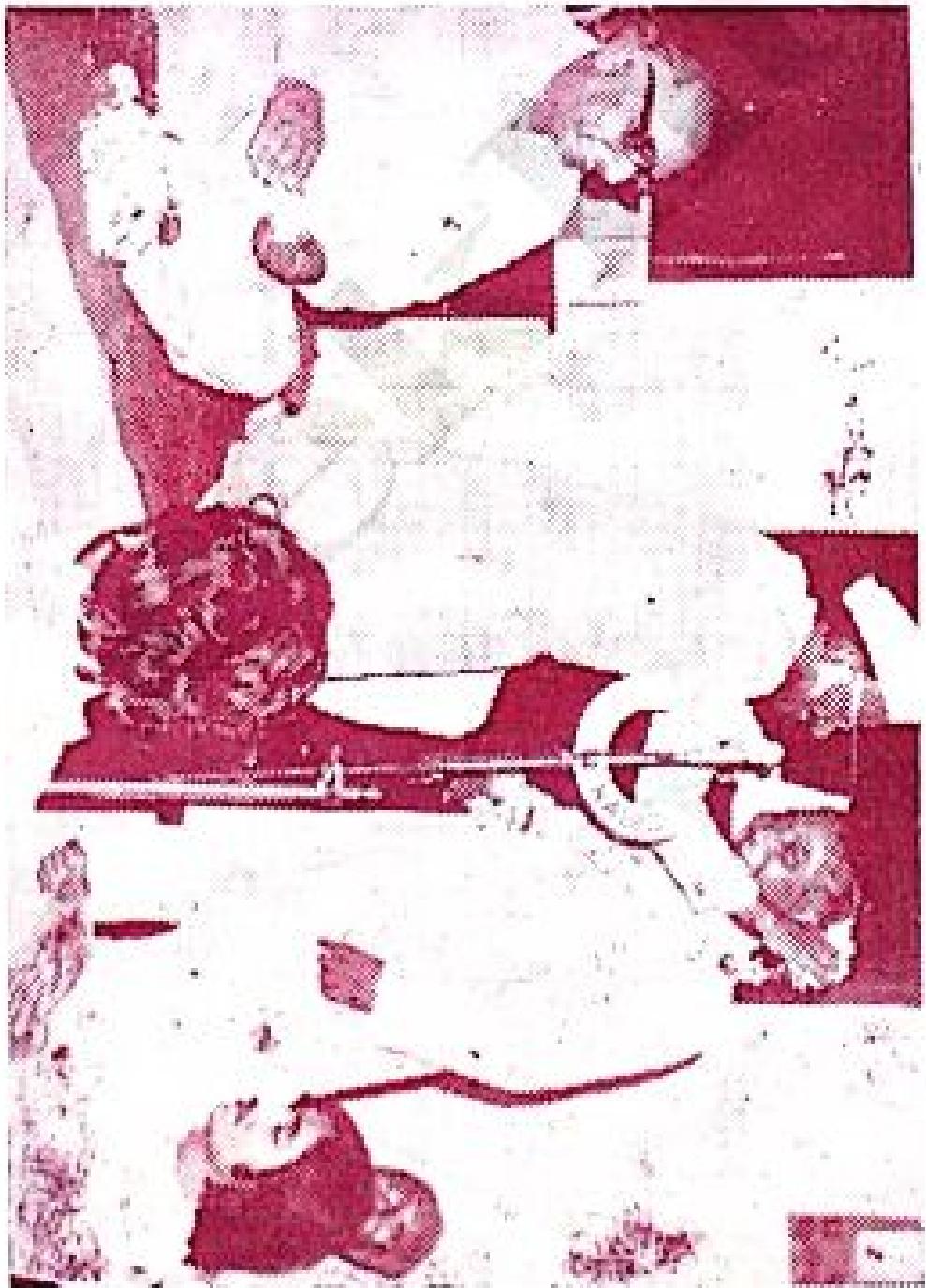
SYED HAYAT WARSI



मैं अली अलारजी (विधायक पीसीभीन), श्री विभूतन प्रसाद तिवारी,
उप राज्यपाल पाइनेरी, श्रीमती विदा तिवारी तथा मैं हयात बारसी।



मैं हयात बारसी, महामहिम विभूतन प्रसाद तिवारी, उप राज्यपाल
पाइनेरी तथा श्रीमती विदा तिवारी।



धी रायडउडीन उमर (सचिव, ३० अंडे तक अपारदण्ड), में रायड बारगो की पुस्तक
“रोपनी चा सफर” और विमान एवं यात्रा गुरुपाली की रही है, जो अब तकाट जैसी नवा
आर्ट्स लाइब्रेरी में रखे जा रहे हैं।

162 2020 12/20 4:10 PM, Herb lights three blue & 1 white 12/20 12:54:37, 2020



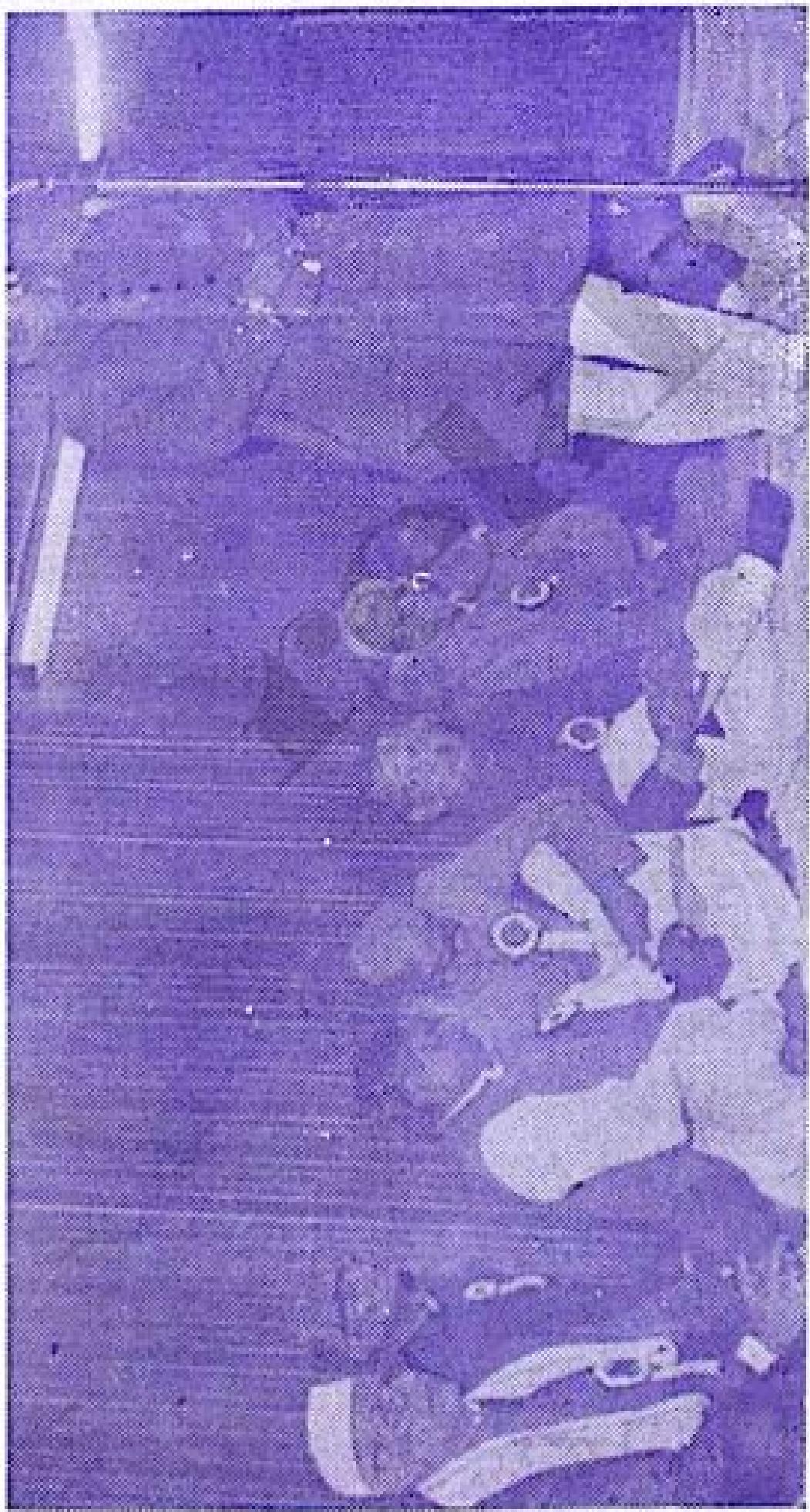


रवानी व अपनी इच्छा का साथी में उन्होंने बारनी को भूलकर उन्हें गानों के यफीर "देता रही है, जैसे उन्होंना बारनी वैसे देता है।



କେବଳ ଏହା ରହିଥାଯି ଲମ୍ବକୁ ଦେଖିବା ପୂର୍ବତି କରିବା ଅବଶ୍ୟକ ନାହିଁ । କାହାରିଲେ କେବଳ ଏହାରେ ଆବଶ୍ୟକ ନାହିଁ । ଏହାରେ କେବଳ ଏହାରେ ଆବଶ୍ୟକ ନାହିଁ ।

प्रायः अपनि मृत्युं हुसीन, गोकर अपुका उज्ज्वल, प्रियं अद्य तथा इन्द्रियों ने केंद्र
प्रभाव विकल्प व्यवहार निवारण, अप सारांश वाचकार्य, भास्त्रवाय योग विवरण तथा
विश्वास एवं विश्वास के बाहर संबंध, इनका विवरण करते हुए, विश्वास के बाहर
विश्वास के बाहर संबंध, इनका विवरण करते हुए, विश्वास के बाहर





श्री अमरपाल भिखा चूलपुरे मुख्य मंत्री जिल्हार, श्री हेमा वारसी को "गोर एवार" भेट प्रदान किया।

वार्ता वर्षाकालीन, अस्त्रियों के लिए बहुत अचूक विषय है—दिनांक निश्चाली, सब अद्यानी, यसका उपयोग, बासिन्दा, भिजाना। ये दो दृश्य अलग हैं, लेकिन आखिर क्यों? ये दो दृश्य अलग हैं, लेकिन आखिर क्यों? ये दो दृश्य अलग हैं, लेकिन आखिर क्यों? ये दो दृश्य अलग हैं, लेकिन आखिर क्यों?





Mohd. FAROOQ
TREASURER

All India Hindi-Urdu Sangam

LUCKNOW - 3

ابتداء

(جیون کھاتے سے)

محمد قدوالی (وزیر شاہ پورن
حکومت ہن۔ نئی دہلی)

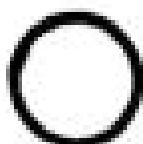
مسلم دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں نے ہندستان کے قدیم علمی، روحانی اور ادبی صحیفوں کو زمانہ قدیم سے ترجموں کے فرائعہ دوسری زبانوں کا پسپردینا شروع کر دیا تھا۔ مغل شہنشاہ اکبر کے عہد میں اس کام نے باضابطہ شکل اختیار کر لی۔ اکبر اعظم نے پیکر اکبدر کی قائم کر کے لسان، قومی، ذہنی اور فکری ہم آہنسی کی نیاد رکھی۔

عہداکبری کے نامور عالم ملا عبد القادر بہایوی نے بالیکی لامائیں کا اوسی ترجیح کیا۔ فیضی نے "ہبہ بھارت" اور "ہبہ بھارت" کا سالانہ تبریز ملا، حضرت امیر خسروؒ، عبد الرحمٰن خان گناہان، غلام بنی رسولین اور حضرت مسکٰن محمد جاسیؒ نے اپنی مادری زبان کے علاوہ مقامی بولیوں میں بچ آزمائی تکر کے فکری بھیجتی کو فر درخواست دیا ہے۔

سید حیات وارثی بھی اسی سلسلے کے ایک مستند ادیب و شاعر ہے۔
حیات وارثی نے قومی اتحاد اور سماں بھتی کے لئے بیش بہا خدمات
دی ہیں۔

سید حیات وارثی صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان
کی شعری مجموعہ کلام ثانیع ہو چکے ہیں۔ ان کی دوں سگنال بولڈ پر
سر کانک اور عوامی اداروں سے ایوارڈ ڈسٹریشن چکے ہیں۔ انہوں نے بھا
میز لوزی کے کارناموں کو "اجالوں کے سفر" کا روپ دے
اس سے نہ صرف موجودہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے بلکہ مستقبل سے نہ
بھی روشنی حاصل کریں گی۔

حیات وارثی نے قدیم ہندوستانی نظریات اور بھارتی سماج
بنیادی سینے "لٹگ پران" کو "جیون کتھا" کی خصی
ار دو نہان و ادب اور قومی بھتی کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔
سید حیات وارثی نے بزرگوں اور صوفیوں کی تحریک کو آگے
بڑے۔ انگی کامیاب کاوشوں کے لئے میں انھیں مبارکہ داد دعو
پیش کرتی ہوں۔



حیات واری

روشنی اور خوشبو کا شاعر

عنوان صدیقی، دُور دش کینہ نمی دی

پرشہ دل تعدادوں اور سرم آنہ مجردوں کی گفت اوقاتات کے پلے
دھیں تو میں مجھے عرض کرنا نہیں چاہتا، البتہ لیک ایسے شخص کے لیے جس نے شعر کو
اپنا دلیل اظہار بنا یا ہوا اور شاعری کے معاملے سے دنیا کو اور اس کی چائیوں
کو سمجھنے کی کوشش کی ہو، کسی شاعر اور غاص طور سے کسی ہم عمر شاعر کے
ہمراودا اس کی محکم کے بارے میں کچھ کہنا اور کچھ کے سوا کچھ نہ کہنا لیکہ میں
بھرپہ ہے جس میں انہاط بھی ہے اور اندرستہ بھی۔ انہاط کا معاملہ تو لوں ہے
کہ جب نفرت اور بے رشتگی، اور ظلم اور بے حسی کے ساتھ اس بے سر
میں جسے نندگی کہتے ہیں، دل ندگان اور کشکان کے قافی میں اخاذ ہوتا ہے
تو خوبی ہوتی ہی ہے اندیشے کا ذکر جو میں نے کیا ہے اس کا لعل کسی بخت
سے نہیں بلکہ اس احساس سے ہے کہ تمہیں شاعر کے ہمراودا اس کے بھرپہ
پرانے تاثر پر عمل کا اظہار کرنے ہوئے اس کے ساتھ کوئی ناخالانہ ہو جائے
کہیں ایمانہ ہو کہ کوئی شعر کوئی اشارہ، کوئی لفظ اور اس سے جڑا ہوا
وہ سارا شعری تجربہ ہے روپ احمدیگ اور آزاد دینے میں شاعر نے لپے

خون جگر صرف کیا ہو، ہمارے بے بعض اس وجہ سے ناقابلِ التعالٹ نہ ہے
کہ تم خود ان تجربوں سے مانوں ہیں انخوش نہیں یا انھیں غیرِ ام سمجھتے ہیں
ذلا سوچے تو پڑھتا ہے کہ زندگی کی سچائیوں کی تلاش اور تجربوں کے اظہار کے
لئے شاعری تو ایک میدیم ہے ہی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سانچائیوں بھی ہے کہ
خود زندگی اپنے نقشِ ابھارنے کے لیے شاعر کو ایک میدیم بنالیتی ہے
دیکھیے نظرِ اکابر آبادی کتنے میں ہے۔

یوں تو ہم تھے نہ تھے مثل انار و متاب
جب میں آگ لگائی تو تماشہ نکلا

تو صاحبِ خاک کا یہ آتش بہ جاں ڈھیر جے شاعرِ الکار کئے ہیں
جب زندگی کے کئی سچے کسی تجربے سے دوچار ہوتا ہے تو باراتماشائے ہر
دوسریں آتا ہے۔ اب یہ مت سوچیے کہ اس رقصِ شعلہ و شرمنی خاک کا ذمہ
خود کیے جل کر راکھ بن جاتا ہے۔ یہ دیکھیے کہ یہ کرمی تماشا کیا کیا تصویریں بناتی
ہے۔ حیاتِ وارثت کی شاعری میں یہ تماشائے ہر روش نہ ہے اور یہ وہ سچے
ہے جس کی گواہی رفتگی کا سفر دیتا ہے۔

ہات اگر حیاتِ وارثت کی شاعری کے باسے میں بس کچھ کہنے کی ہوئی
تو شاید ان کہ دینا کافی ہوتا کہ وہ ایک اچھے سچے معتبر اور دردشناخت ہیں
انہوں نے اپنی شاعری کے لیے ایک مقصود تخت کیا ہے۔ اور وہ مقصود ہے
اممی انسانی قدروں کی حیات کی ذمہ داری۔ لیکن صرف اتنا ہمہ بینا ہے کچھ
مغتیانِ ادب کا سا انداز معلوم ہوتا ہے اور چونکہ خوش نگستی سے میں ادب کا
مفعق نہیں ہوں۔ اس لیے یہ چاہتا ہوں کہ ایک شاعر کی حیثیت سے انسانی زندگی
کے دکھوں کو سخو شیوں کو، اچھائیوں کو، برائیوں کو، ظلم کو، استقامت کو،

چھائی کو جھوٹ کو برتے ہوئے بھوگتے ہوئے اور اپنا تجربہ اذات بنانکر شعر کے دیلے سے ممکن پہنچانے میں حیات والی نے جو کرب اور نشاط محسوس کیا ہے اسے مجھے سکول اور ان کے ٹھیکی عمل کے ان کے کھڑوے اور میٹھے تجربوں کی تفہیم اور پہچان کی کوششیں میں آپ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لوں۔ دیھیں وہ کیا چیز ہے جو شاعر کو خلیقی توانائی اور اثر افرینی اور اس کے ہنس کو اعتبار دیتی ہے۔

حیات والی شاعری سب سے واضح، سب سے بڑا اور سب سے نیادہ قابل لحاظ تاثر ہے کہ وہ تجربوں اور مشاہدوں کی پچائی، اظہار کے خلوص اور اسلوب کی راستی اور توانائی کی شاعری ہے۔ انہوں نے جن پچائیوں کو شعری پسکر دیا ہے وہ اس یہاں میں میں کہ اور وہیں کی فکری و ترس سے دور بھی میں بلکہ اس لیے اہم ہیں کہ ان مانوس حقیقوں کو بھی اپنا تجربہ بنانکر انہوں نے اپنے زاویے اور پچائیوں کی شاخت کے اپنے انداز کو برلاپیش کیا ہے۔ وہ تاثرا و دروغی کے اظہار میں ایک خاص جرأۃ عندی اور اعتماد مکھی میں

نہ ریگ زار نہ دوری نہ دھوپ اور نہ نگاہ

بس ایک تشنہ لبی سے سراب بنتے ہیں

ظلسم کیرہ بھی تونٹے ہی دالا ہے

یعنی نیچ یعنی، شب گزارتے جائیں

جو شخص چلے ہے کہ منزل کو اپنی جادہ کرے

قیام تھوڑا کرے اور سفر زیادہ کرے

عمری شاعری میں یہ آدانا پنے تجربوں کی ندرت اور بحیدگی و تہجداری سے نیادہ اپنی توانائی اولیہ بھی کے اعتبار پر منفرد ہے۔ ان کے تجربوں میں اور

تھر بول کے اظہار میں کوئی انفعالیت نہیں تھی۔ وہ زندگ سے مکمل خود اعتمادی
کے آنکھیں مٹاتے ہیں، اور اتنے ہی خلوص اور جرأت اور رایگانداری کے ساتھ
اپنے تاثرا دراپنے خال کو حرفِ نہر میں دھلتے ہیں اور
کسی کتاب سے نوجے ہوئے درق کی طرح
ہے بے دیار محبت بھی اُج حق کی طرح
ہرگز رستے لمحے نے یہ پیام چھوڑا ہے
ان گفت مسائل میں اور وقت تحول ہے۔

ازد

دامن فقر میں سایہ ہے جا گھیری کا
لیکن ابھر کی طرح دھوپ پر جل کر جانا

حیاتِ دارث نے اپنی شاعری کے لیے مقصدت کا منصب منتخب کی
ہے اور وہ اس پر شرمندہ نہیں ہیں۔ شرمندہ ہوں بھی کیوں۔ وہ اپنے نہر سے
انسانی قدر دن کے فروغ اور سماجی ذمہ داریوں کی تکلیل یا کم از کم حمایت کا
کام لینا چاہتے ہیں۔

بھی بات تو یہ ہے کہ شعر میں مقصدت، یا یوں کہیے کہ سماجی مقصدت
کی موجودگی سے لازمی طور پر خراب شعر نہیں بناتا۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی
شعر میں سماجی مقصدت یا سماجی معنوں تہ بونے سے وہ شعر لازماً اتحا شعر
نہیں بن جاتا۔ شعر کو اچھا یا بُرا، سچا یا جھوٹا زاویہ نظر نہیں بناتا۔ جھلکی تجربے
کی صداقت اور شدت بناتی ہے۔

رسوچ کر جی آئے ہیں بزمِستی میں
تجھی جو قرض یا تھا امارتے جائیں

حالات کے دیوار سے بچان میں ہے
 ہم ساری غرچنگ کے میدان میں ہے
 نکری سفر میں حیات دار قلم کے ساتھ چلیں تو کھلتا ہے کہ یہ ایک درمند
 اخلاص مشرب، پر امید، انسان دوست شاعر کی ہسپتاری ہے۔ ایک ایسے
 صاف کی ہسپتاری ہے جسے اپنی متزل کا اور اپنے راستوں کا پتہ ہے۔ وہ
 زندگی کے تماشائی نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کے وسیلے سے اس کی حرکت، اس
 کی جگہ اس کی گشاکش میں شامل ہیں۔ انہوں نے سچائیوں کی پیچان کے
 اپنے معیار بنائے ہیں اور ان پر زندگی کو پورے خلوص اور ایمانداری کے ساتھ
 برستے ہیں۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ آئینہ ان کی شاعری کا سب سے محبوب
 استغفارہ، سب سے اہم علامت، سب سے واضح اشارہ ہے۔ یہ آئینہ استغفارہ
 ہے ان سچائیوں کا جن پر ان کا یقین ہے اور آئینہ علامت ہے اس دل کی
 اس دنیا کی جس کی تلاش ایک شاعر کی حیثیت اور ایک انسان کی حیثیت سے
 انھیں ہے۔ اور یہ آئینہ اشارہ اس حرف حق کا جو کسی پھر بھیگ، کسی
 انجام، کسی ابہام اور کسی تشکیل کے بغیر وہ کہتے ہیں: ان کے یہ آئینے کتنے
 اچھے ہیں۔ ان میں نظر آنے والے عکس کرنے صاف ہیں، دیکھیے ۱۰

صدیوں کے ہے روز روشنی چہرہ دل کا سفر جلدی
 لمحات کا آئینہ تیرے اور نہ میرے ہے
 خود سے ملنے کے لئے بھیں بدل کر جانا
 آئینہ خاتمے میں جانا تو سچل کر جانا
 ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں آئینے
 پتے ہی گناہوں سے ہم کو شرمساری ہے۔

چہروں کے تغیر کا احساس نہیں ہم کو
ہم جب بھی بدلتے ہیں آئندنے بدلتے ہیں
جب تجربوں سے ٹوٹے تو قع کے آئندنے
جو مصلحت پسند تھے لفھان میں رہے

حیاتِ وارثی نے زندگی کے ان عکس و درکش آئینوں کو اپنے خلوصِ فکر
دفن سے اجلا بختا ہے، یہ ان کے ہنر کی ایک بڑی شناخت ہے۔ زندگی
کی رفتار اور انسانی قدروں کی مشکلت و ریخت، رستوں اور تصورات
کی آدیزش اور تصادم آج سب کچھ اتنا تیرہ ہے کہ فکر کا اپنے محور پر قائم
رہنا حال نظر آتا ہے۔ حیاتِ وارثی اس مشکل تکنیکی سے فکر مند ہیں ہے
آئینہ دل کا حیات آپ بچا کر رہیں
دوہ تک گرد ہے گرتی ہوئی دیوار فنکی

یہاں یہ دل زدہ جان کی امان پائے تو اتنا عرض کر رے کہ آئینہ
دل پر بھی بھی گرد بھی پڑنے دی جائے اور بھر شیشہ اُجا لاجائے
تو عکس اور بھی واضح نکلیں گے کہ غالبہ نہیں ہی کہہ دیا ہے

لطفت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ بادی بہای کا



حیاتِ وارث

نوکِ قلم سے صدیوں کو کرتے ہے ایر
لیکن حیاتِ گزری ہے مخون کی قیدیں

لکھنؤ میں ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء کو سفرِ حیات کا آغاز ہوا
میرے والد محترم کا اسم گرامی سید معراج وارث ہے۔
خاندان کی دینی علمی اور ادبی خدمات کا دائرہ صدیوں کو اپنے حصار
میں لیے ہوئے ہے۔
مورثِ اٹلی بخارا سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے۔
مورت اور احمد آباد کے بعد لکھنؤ کی سلسلہ دراز ہوا۔
سید محمد نور گیلانی بخاری، سید عبدالواحد گیلانی بخاری، سید
ین العابدین بخاری، مولانا سید عبد الرسول احمد آبادی، مولانا سید
عقل الرسول سورتی، مولانا سید احمد رسول سورتی، مولانا شاہ سید
ہدایت رسول قادری لکھنؤ، حافظ سید معراج وارث سے سید محمد

سراج رسول حیات دار تک چار صدیوں کا علمی اور ادبی رابطہ سلسلے کے ساتھ پرقرار ہے۔ اور خاندان کے بیشتر افراد اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ یہ بھی سرگزشت یا عثیٰ افسار بھی ہے اور اپنی علمی قربت کا اظہار بھی میں نے ہوش بخالا تو گھر کی فضا کو لغت رسول کے چھولوں سے معطر پایا۔ مجھے بھی نعت گوئی کا ذوق شاہراہ سخن تک لا یا ہے ۱۹۵۰ء میں نیں نے پہلی نعت کی جی اور راپے گھر کی محل گیا رہوں شریف میں پیش کی۔ عم مظہم حضرت مولانا سید محمد غفرانی دارالشیعہ نے انتہائی شفقت اور محبت سے ہمت افزائی کی۔

والد محترم کے ہمراہ ۱۹۵۱ء میں گانپور کلکاٹہ کے مشارعے میں پہلی بار شریک ہوا اور حضرت جگر مراد آبادی کی صدرست میں عوامی زندگی کا آغاز کیا۔

۱۹۵۷ء میں قبلہ سراج لکھنؤی کو میں نے اپنا فکری را ہبہ بتایا اور سراج کی روشنی میں عرفان حیات حاصل ہوا۔

بے مقصد رہ نور دی کا نام آوارہ گردی ہے۔ اس یہے میں نے ابتدائی دور سے اپنے فن کو مقصدی بنانے کی کوشش کی ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کی آزادی اور قسم و طن کو میں نے ہوش بخانے کی منزل میں دیکھا ہے۔ اور اس بیجانی دور کے نقوش ذہن پر اب تک باقی ہیں اسی یہے میری شاعری کے موضوعات اعلیٰ انسانی اقدار کی ضرورت، ایک جستی اور قربت، عظمت بشر اور عزم دھوصلہ ہیں، کیونکہ انھیں جذبوں کی کمیاں نے کائنات انسانی کو جنم زار بنا رکھا ہے۔

میں نے کئی ادبی تحریکوں کو وقت کی گرد میں غائب ہوتے دیکھا ہے۔

ادب برلے زندگی اور ادب برلے بندگی، ترقی پر خوبی اور جدیدیت
نئی شاعری اور نہ جانہ کتنے ناموں سے لوگوں نے اپنی اہمیت کو سلیمانی
چاہا ہے، لیکن وہی ادب اور ادب برقرارر ہے جن کے یہاں انسانی مزاج
و فطرت کی نمائندگی تھی۔ میں فن کو خانوں میں بننے کا قائل نہیں ہوں۔
میرے نزدیک ہر حقیقی فنکار اپنے عہد اور ماحول کا عکاس اور ترجیح
ہوتا ہے۔

ادب یا کسی فن میں بھی تجربہ کرنے کی اجازت ہر شخص کو نہیں دی جاتی
ہے تجربہ بھی دی کر سکتا ہے جو اس فن کے متعلق لوری ما سر اندازات اور
صلاحیت رکھتا ہو۔ کل اور کل کے درمیان آج ایک پل کی جیتیت رکھتا ہے
اس میں سے جس کل کو بھی الگ کر دیا جائے گا پل اپنی جگہ برقرار نہیں وہ کہے گا
کیونکہ ماضی کے تجربات و مشاهدات سے حال و مستقبل کو تابتاگ بنایا
جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک شاعری سب سے بڑی ذمہ داری اعلیٰ اقدار
کا فردغ اور اپنے سماج کی تعمیر کے لیے ماحول ساز گار کرنا ہے اسے ذات
سے بلند ہو کر کائنات کے لیے سوچنا چاہا ہے کیونکہ ذات بھی کائنات کا ایک
جن ہے۔

میں بدگرداری، اذیت پسندی، غیر اخلاقی اور نفرت و
دوسروں پسدا کرنے والے خالات پیش کرنے والے لوگوں کو شاعر سلیمان نہیں
کرتا۔ کیونکہ شاعر کے لیے اس عربی مقولے کا قائل ہوں —

”الشَّهْرَاءُ تِلَامِذَةُ الرَّحْمَنِ“

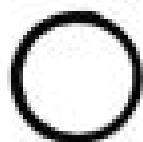
نقلي اور جھوپی شاعری ہے بچنے کی میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے
اسی یہے میرے قدم زمین پر قائم ہیں۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ

اپنے پورے مذاہات و تجربات کو شعر کا پیکر دوں تاکہ غیر فطری ماحول
کا اس سیدانہ ہو سکے۔

اب تک میری چونیں تخلیقات شائع ہو چکی ہیں۔ انھیں علمی اور
ادبی حلقوں میں جس طرح سراہا گیا ہے وہ میرے بے باعث عزم دافتھار
ہے۔

میرے تانہ شعری مجموعہ "رس دشی اور خوشبو" میں بھی آپ
کو زندگی کی ہمدرگی شعری پیکر میں اپنی پوری خوشنامی اور توانا لئے کے
ساتھ نظر آئے گی۔ اگر میرے شعری آئینے میں میں آپ کو اپنا عکس رہن
نظر آجلے تو میں اپنے آپ کو کامیاب تسبیح میں گاہے

میں ہو لکورج کا نمائندہ اجالوں کا سفیر
رس دشی ملتی ہے محفل کو پکھدا میں ہیں



دُعَاءِ مَيْمَنَةٍ

عدیج تیرہ شبی کو زوال دھیارب
مرے نصیب کا سورج اچھال ہے یارب

سفر غم کا بھنو رے نکال ہے یارب
میں ڈگن کانے لگا ہوں بھال ہے یارب

میں خالی سیپ ہوں مالک ہے متوجہ کے نواز
میں بے کمال ہوں مجھ کو مکمال ہے یارب

بھے بھی کر دے عطا عشق مصطفیٰ کی خدا
مرے بھی شیشہ دل کو اجال ہے یارب

تو کر بلا کی بحفل کی زیارت ہوں سے نواز
مدینے جلنے کی حسرت نکال ہے یارب

ترے علاوہ کسی اور کی طرف نہ بڑھے
گرم سے اپنے وہ دست سوال نے یا رب

کوئی جس سے مرے دار غصیت چل جائے
جیسے کو وہ عرقِ انفعال دے یا رب

بہے حیات سے شترے تری رضا کے لئے
حیات کے لئے رزقِ حلال دے یا رب



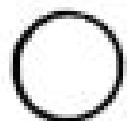
حَمْدٌ

گرفت مگر دنظر می نانے والا کون
 ہے لفظاً کو کر شہر دکھلنے والا کون
 نظامِ سس قمر کو چلانے والا کون
 ہے کس کے نور سے رشنا ازل کا آینہ
 بشر کو حلم کا عزفان کس نے بختی ہے
 پڑھایا جس نے ہمیں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**
 ہے کس کے قبضہ اقدست میں یہ دعویٰ تھی
 جس انجمیں کی ہے تغیر نہور بھجن
 یہ کس نے بخشی ہے اعمالِ خیر کی توفیق
 بخکھنے والے کو رستہ بتائیں خضر مگر
 گواہی دیتے ہیں کس کی منظر فضت

ہے زمین کو غزنِ نعمت بنانے والا کون
 اپنے کے رُخ سے ہے پردہ ٹھلنے والا کون
 ہے عرشِ دلوح و قلم کا بنانے والا کون
 ہے اس رسول کو آخر پڑھانے والا کون
 ہے کون نارنے والا سجلانے والا کون
 اس نجمن کو ہے آخر سجلانے والا کون
 رو نجات بشر کو دکھلنے والا کون
 جا بخدر کو رستہ بتانے والا کون
 مکون کے پردے ہیں ہمسکرانے والا کون

سندروں پر سفینے تائے ہیں کس نے
 بے کشیوں کو کنارے لگانے والا کون
 دہ کون ہے جو زمٹنے کو رنگ دیتا ہے
 بھوک پیاس ہر کی کہنا نے والا کون
 ہم اس کو کہتے ہیں خالق اسی کو قادر بھی
 علاوہ اس کے ہے جگہ کچلانے والا کون
 شرکیساں کا نہیں لا اشکی ذات یہ وہ
 مثال لائے گا اس کی زمانے والا کون

(مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور)



نَعْتُ مَبَارِكٌ

زمیں کو عرشِ محلی بنانے والا کون
 خدا کا آخری پیغام لانے والا کون
 ہے کون قاسمِ محنتِ خزانے والا کون
 نہ کس کے درپر نہیں کا کوئی سوال نہیں
 جہاں میں آؤں کے ہے اونچے گھر نے والا کون
 ملی ہے جن کی غلامی سے عظمتِ شاہی
 عبادتوں کا طریقہ بتانے والا کون
 وہ کس کی سیرتِ انور نظامِ سنت کا
 یہ نفس ہے مرے یاد آنے والا کون
 پس کے ہجر میں سانسیں درود پڑھتیں
 ہے پستیوں سے بشر کو اٹھانے والا کون
 وہ کون جس نے دلانے حقوقِ رشتہ کے
 زمیں کے ذردوں کی نجوم بنانے والا کون
 جس نے قطروں کو پہنچا دیا اسند رک
 فرازِ عرش پر ہجئے آنے والا کون
 وہ کون کے جو تصدیقِ بن گی یہ صدیق
 ہے ان کو عدل کی راہیں تجانے والا کون
 وہ جن کے عدل کی شہرت ہر سے تابع ہم

وہ جس کے ہاتھ کو اپنائی گئی بھروسے وہ نعمتوں کا خزانہ بنے والا کون
 نہ بابِ علم کی عظمت سمجھ سکی دینا تو خیرِ علم کی حد ہے بتانے والا کون
 اسی کو رحمتِ عالم کہلے ہے قرآن نے
 علاوہ ان کے ہے رب سے ملانا نے والا کون
 حیاتِ انسیں سے کہو اتحادِ انسیں سے کرو
 میئے ان کے سوابے بلانے والا کون

(مطبوعہ ماہنامہ ذوقِ نظر حیدر آباد)



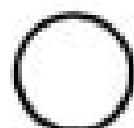
علیٰ

تضیین:- علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ

یہ جلوہ پاشی حسن مرتضیٰ قاسم علیٰ فرازِ عرش ہے آئینہ دار بام علیٰ
ولاکے سیکدہ نور سے بنام علیٰ ازل کے روزہی میں پیونہ جاما علیٰ
علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ
نگل ریاض بیٹا کی شیس سیکتے ہیں انھیں کو نازش بایغِ نعم سیکتے ہیں
انھیں تھوڑی صبحِ دفا کی شیس سیکتے ہیں انھیں کو ہم سبی بہ فکر سیکتے ہیں
علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ
انھیں کی راہ کو راوی نجات سیکتے ہیں انھیں کو دچک کوں حیات سیکتے ہیں
انھیں کی بزم کو عم کائنات سیکتے ہیں جھکا کے سر کو ادب سے یہ بائی کھتریں
علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ

ن نکر گئی محشر، ن خوف ن اسپر جوال عارض شمس لضھی ہے پیش نظر
 ہے میرے ہاتھ میں دامانِ فلک محشر یہ بکھر کے جام اٹھاول گھامیں لکھ تر
 علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
 ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ
 ہمارا نام بھی لکھا ہے حق کے ذفتر میں ہماری عمر بھی گزرنی ہے نوکر دہیں
 درد پڑھتا ہوا یاد روئے حیدر میں اللھوں گا قبرے کہتا ہوا یہ محشر میں
 علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
 ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ
 مجے مانہیں سکتی ہے گردشِ دولہ کہاں کی موجود حوالہ کہاں کی باختر
 حیاتِ داری اپنا تو ہے یہی ایساں قرب آنہیں سکتا ہے انقلابِ جہاں
 علیٰ امام من است و منم غلام علیٰ
 ہزار جان گرامی فدائے نام علیٰ

رسبو وہ ہفت روزہ سرفراز (لکھنؤ)



حاصل حیات

درِ جب پچھا کا جو سر وہ سر بلند ہے
 زمیں کی پتیوں کے پاس ہر شکنی کی کرنے ہے
 جو بارگاہِ مصطفیٰ کے فیضیاب ہو گیا
 یہاں بھی سر بلند ہے وہاں بھی سر بلند ہے
 انل جمالِ مصطفیٰ ، ابد کمالِ مصطفیٰ
 خدا کو میرے مصطفیٰ کی ہر ادا پسند ہے
 نجات کی طلب ہے تو مدینۃ النبی چلو
 یہ ایک راہ چھوڑ کر ہر ایک راہ بننے ہے
 تمام عظمتیں نثار میں اس سے ایک ذلت پر
 تمام کائنات کے نئے جو فکر مند ہے

ٹلسہ ترگ کا اے حیات تو ڈسیں گے ہم
 بفیضی تو حق ہسارا حوصلہ بلند ہے

انتشاریہ
 دم بیجن ملکا زد کس کو یک انسان
 خل کے جام میں دھن کو غرباب نہیں
 جہانِ دلوں

اے وطن

اے مرے ہندستانِ امیرے چینِ سیرے ہلنِ تجھ کو نہن
 شیوک دھرن، رام کے آنگن، کنہیں کے چین
 نلکتے چن کے سکن، حاجی دارخے کے ہلن
 تجھ کو اپت نیپہ کی مالا، عقیدت کے سمن، تجھ کو نہن

تیرے دہن میں بے گیتا، اپنے شد ویدا دریان
 نورے قرآن کا، انجیل و گردیان کی شان
 قومی لکھتی کے مرکز، ایکتا کا بالکن، تجھ کو نہن

مرکزِ روحانیت ہے، بیان کا بمنڈار ہے
 ناف ہے سنار سارا اور تو پوار ہے
 ٹھیوں میوں موفیوں، ستون کے پیڑو ہلن تجھ کو نہن

گھٹت

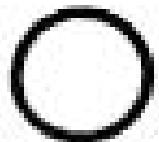
اویسی کے رام اے او میر کے گھٹشاں
 پریم کا چندن بھینٹ ہے تجھ کو اُن من کی مالا
 تیرے کارن میں نے سایا چک روپی دش پیا لا
 مرلی منور اگر دھرنا گرے تو تیرا نام —
 اے او میر کے گھٹشاں

پریم دوائی جگ انجان جائے کس کے دُدار
 یاس نہیں سے جس کا ساجن کیا اس کا سدار
 شام اجالابن مکروہ دوارے آئی شام —
 اے او میر کے گھٹشاں

لچ کی ماری میں بجواری تڑپت ہوں دن رین
 انکھیں جھر جھر جھرنا برے ہر دے ہنچین
 پریم بجارن تیری بھکارن ہونہ کہیں بدnam
 اے او میر کے گھٹشاں

تیرے مکٹ کا مود پچھے ہے تلسی من آنگن کی
تیرے مدھر مڑلی کی تئے دھر مکن میرے جیون کی
میری سانسوں کے سر گرم پر ترتیب کے تراناں
اسے اور میر کے گھنٹے

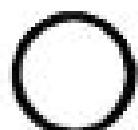
ریت کی ریکھا تو مجھے تو نے ہر لامن چت یحور۔
کھو جت کھو جت او زمی سا بھے ہو گئی بخوبی
دیکھا تجھ کو تیر تھ تیر تھ، گھومی چاروں دھام
اسے اور اکے گھنٹے



تو ہے گلشنِ ادریس سارے جو بے کیا ریاں
 مختلف قوموں کی دھرموں کی جہاں گلکاریاں
 تو ہے ہندوؤں کا سنگم توزیاں کا چمن، تجھ کو نہن

تجھ میں مانس اور پدمادت کا حسنِ لازداں
 مختلف قوموں نے مثل کر تجھ کو بخشا ہے کمال
 تو ہے ماںوتا کا مندر، عسلم دفن کی نجمیں، تجھ کو نہن

(مطبوعہ قومی راج بھری)





نکھتیں گل کی ہیں نبیت سے مہکتا میں ہوں
روشنی اس کی ہے فانوس میں جلتا میں ہوں

اس کے جلوؤں کا بھی انداز بدل جاتا ہے
زادیے جتنے لگا ہوں کے بد استایم میں ہوں

میں ہوں سورج کا نمائندہ اجا لوں کا شیر
روشنی ملتی ہے محفل کو پیغاطت میں ہوں

لوگ سارے کو مرے اور اُنکے سوچاتے ہیں
اوہ محرا کی طرح دھوپ میں تپتا میں ہوں

جب عمل ہے تو کوئی رد عمل بھی ہو گا ...
ہے تھکن چہردن پر احباب کے چلتا میں ہوں

لغزشوں نے مجھے سختا ہے شور جادہ
لکھرا تھے کوئی اور سبھتا میں ہوں

اس تعلق کو حیات اب بھی نہ سمجھی دنیا
ہو خار آنکھوں میں اس کی تو سکتا ہیں ہیں



(نشانہ میل کاٹ مشاعرہ جا ندھر
نیبوژن پر پڑھی گئی)



فضیل شکر میں ہیں صبر کے حصار میں ہیں
جہاں گزر نہیں غم کا ہم اس عیار میں ہیں

وجودی سے عدم کو وجود ملتا ہے
میں منتظر بھی ہیں خود ہی انتظار میں ہیں

ہمیں اجال دے پھر دیکھ اپنے جلوؤں کو
ہم آئنسیں ہیں مگر پردہ غبار میں ہیں

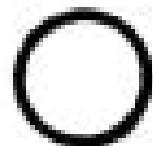
ہے اختیار میں کائنات پر حاصل
سوال یہ ہے کہ ہم کس کے اختیار میں ہیں

جلاء کے مشعلیں چلتے تو ہوتے منزل پر
دہ قافلے جو سورے کے انتظار میں ہیں

بکھر گیا ہے کمال دہر کا شیر ازہ
دل ددمانع میشت کے انتشار میں ہیں

حیات کی کوئی تحریج کرنہ ہیں سکتا
لطفوں کے جہاں گن کے اختصار ہیں

دیہ غزل شارجه، عرب امارات کے مشاعرہ
میں پڑھی گئی ہے





کیا سار کی رت ہے اور کیا جوانی ہے
ڈُخڑی کا قصر ہے، غصہ کہانی ہے

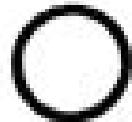
مغلتو سے ہوتا ہے شخصیت کا اندازہ
جتنا اتحاد ریلے ہے اتنا تیز پالنے ہے

زخم کھلتے رہتے میں سکراتے رہتے میں
بیار کرنے والوں کی یہ ادا پرائی ہے

موت ایک وقف ہے پیریں بدالنکا
روح زندہ راتی ہے صرف جسم فالنے ہے

برف بن گئے ارعان محمد ہوئے جنبے
زندگ کے دیا میں کتسا رسپانی ہے

اپنے سائے سے ہم خود لے حیات فلتے میں
مسئلت کی دنیا میں اتنی بدگسانی ہے



ترے عروج کا رشتہ امرے سلام سے تھا
محر کے رخ پہ آجائala چراغِ شام سے تھا

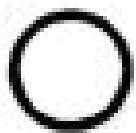
جلوس، چینی، دھون، شعلے قاتلوں کی میاہ
ہمارا جتنی تباہی بھی اہتمام سے تھا

ہو کے جھوٹکوں کو پسل پھول سے تعقیب کیا
انھیں تو کام درختوں کے انہدام سے تھا

چراغِ تیرہ شی، ہجر، اس کو کیا معلوم
ترے خیال میں کھوپا ہوا جو شام سے تھا

مری صفات ہوئیں منکشف عزیزوں سے
دیارِ غیر میں جب تک تھا احترام سے تھا

گھنادہاں بھی برستی تھی بہتے دریا پر۔۔
جہانِ تشنہ لبی میکے کے نام سے تھا



ہمارے آج کو، تو کل پہ ٹالتا کیوں ہے
جو ٹوٹتا ہیں وہ سیثیے آجالتا کیوں ہے

شکتے پائیں کا احساس جاگتا کیوں ہے
تو منگ میل سے منزل کونا پتا کیوں ہے

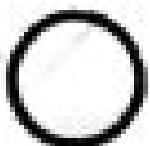
ہے آفتاب ترا، تیرے انجم و مہتاب
اجالا بھیک میں جگنو سے مانگتا کیوں ہے

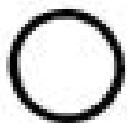
تو شہر علم میں آ، سچ کو جان، خود کو سمجھو
گماں کی خاک نہانے میں چھانتا کیوں ہے

اگر یقین ہے تجھے اپنی سر بلندی کا
پھر لپنے آپ کو ہر روز ناپتا کیوں ہے

دکھار کھا کے وجود و عدم کے آئئے۔۔
جہاں کو عالم حیرت میں ڈالتا کیوں ہے

بقول اس کے اے کوئی غم جاں ہی نہیں
مگر حیات دہ راتوں کو جاہتا کیوں ہے





جو شخص روز غنوں کا شمار کرتا ہے
وہ زندگی سے فرار اختیار کرتا ہے

مذاہدات سے ملتی ہے تجربوں کو جلا
جو معتبر ہے وہی اعتماد کرتا ہے

یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی اب تک
فریب کھاتا ہے دل اور پیار کرتا ہے

بیکھتا پھرتا ہے وہ گرد کار وان کی طرح
جو دوسروں کی روشن اخیار کرتا ہے

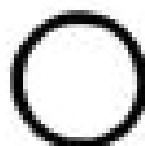
ماں گلشن ہتھی کو آئینہ کر کے
ہنسی ہنسی میں کوئی اشکار کرتا ہے

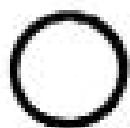
کبھی ادھر بھی جلا دے نقوشِ پا کے چلغ
بہت دنوں سے کوئی انتظار کرتا ہے

پڑھا ہے جس نے جمیں کو کتاب کی ہوت
خزار کے در کو فصل بھار کرتا ہے

حیاتِ نامہ اعمالِ دیکھ کر اپنا۔
اسید رحمت پروردگار کرتا ہے۔

(مطبوعہ ماہنامہ رُفیٰ (صلی))





دل اداس کیا کرنا، بدھو اس کیا ہونا
چھوٹ کا مقدر ہے شاخ سے جلد ہونا

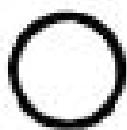
بے شمر درخوت کو دیکھ کر نہ سمجھو گے
سلے کا گھنا ہونا شاخ کا جھکا ہونا

تم کرہے دنیا کا تم کیا معاشر ہو
پہلے بات کو سمجھو بعد میں خفا ہونا

میری ذات کے دُرخ، اختیار و مجبوری
دل کا بے طلب رہنا، لب پر العقا ہونا

کائنات چاہو تو اپنی ذات تکبہ سمجھو
پہلے با خدا ہونا پھر ہے ناخدا ہونا

قتل کرنہیں سکتا تو فسیر کو اپنے
لے حیات مشکل ہے تیرابے دفا ہونا



فضلے میکنہر ہم ہے آتاب نہ توڑ
بکنے دلے سنجیں ساغر شراب نہ توڑ

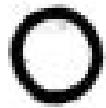
اجالا نیند ملے ہے رات آنکھیں بستی ہے
ملن کا وقت ہے تو شاخے گلاب نہ توڑ

یہ موقع تشریبی تو گذر ہی جائے گی
نہ چھوڑ ضبط کو، پیمانہ حباب نہ توڑ

سحر کی آس جلاتی تھی سیرگی میں چراغ
بجانہ پیاس مگر رشتہ اسراب نہ توڑ

یقین دھنڈہ فرد اکومت گماں سے بدل
جن جھوڑ کر مرے شانے ادھورے خواب نہ توڑ

لگانگانہ ہستی کا گھس ہے ان میں
تو بے نیازی سے آئینہ حباب نہ توڑ



کھولی ہیں سوچنے انھیں پھر کے عمل کی لالی ہے
دنیا ترے خوابوں کی شایعیر لکھنے والی ہے

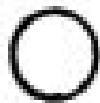
تھرپتی کے شعلوں میں تپ زندگی کندن بخات میں
پھر خاکِ قسم سے ہم نے بنیادِ قسم ڈالی ہے

چھڑی ہے فضلے شہانی، فطرتِ ستری ہے انگڑائی
مايوں نہ بخوتاریکی سے اب رات گزرنے والی ہے

سیار دک سکیں گے پیچ و خم حالات بدل دیتے میں ہم
ہر راہ تو سمجھی بو تجھی ہے، ہر سکھ تو دیکھی بھالی ہے

انسان کے پیشے کی بوندیں تعمیر کا زینہ بنتی ہیں
جن کا محنت سے رشتہ ہے ان کھیتوں ہر ماںی ہے

دولت، عمدہ درکار ہے تو بن جھوٹکے جال خوشامد کر
تو پچ کا حیات اپدیش نہ دے پچ تو اس درکار کی گاںی ہے



زندگی ایک حلماًت کا آئینہ ہے
دن جسے کہتے ہیں وہ رات کا آئینہ ہے

جو بھی کہنا ہو تجھے میری طرف دیکھ کر کہ
میرا چہرہ توے جذبات کا آئینہ ہے

شخصیت میں توے اتنی ہی جنگلی ہوگی
جناروشن توی خدمات کا آئینہ ہے

عہدِ نولفظوں کے مفہوم سے واپسی میں
کتنے بے عکس خیالات کا آئینہ ہے

اب بزرگوں کی دراثت بھی نہیں ہے مخطوط
دھنڈلا دھنڈلا سالوایات کا آئینہ ہے

تیرے خسار کا غازہ ہیں پدلتے موسم
زلف بسم تری بر سات کا آئینہ ہے



دل دکھانا پھوڑیے اور دل ربا بن جائے
آپ پھر کیوں بنے میں آئیں بن جائے

کھلے موجود سے طوفان آشنا بن جائے
اپنی حشتی کے لئے خود ناخدا بن جائے

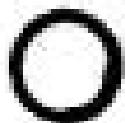
پادشاہی چائے، قرب الہی چائے
دل میں رہئے اور ہونوں کی دعا بن جائے

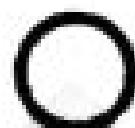
پاس دھرتی کی بمحی، خود سے تعلق بھی رہے
جب بلندی پر پہنچئے تو گھٹا بن جائے

سچے رکشن چراغِ رہ گزر ہر گام پر
ریگزاروں میں بھی منزل کا پتہ جائے

پھول بھی کھتے رہیں غنچے گلے ملتے رہیں
ہار غہستی کے لیے موقعِ صبا بن جائیے

موسم اپنا پیر ہن بدلے توحیرت کس لیے
توڑیے عہدِ دقا اور بے وفا بن جائیے





جو میکدے میں سکتے ہیں لا کھڑاتے میں
مرا خیال ہے وہ لڈنگی چھپانے ہیں

اندھیرے اور راجا لے میں جنگ جائی ہے
ہوا چراغ بجاتی ہے ہم جلاتے میں

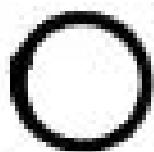
جو زندگی تری رفتارے نہیں ولقہ
ہمیشہ نقش قدم سے فریب کھاتے میں

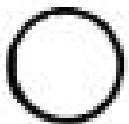
کبھی وہ جڑتے نہیں احتیار کی صورت
جو بھول شاخ سے اک پاز نوٹ جاتے میں

ذرا سا وقت کے سورج نے لئے جو بدلا
مرے وجود پہ کچھ سائے مسکراتے ہیں

جنہیں ستائے ہے احساس نامرادی کا
وہ دوسروں پر بہت انگلیاں انھلاتیں

حیات جن کو شعور حیات حاصل ہے
فریب دیتے نہیں ہیں فریب کھاتے ہیں





گمان ہی گمان بے قیاس ہی قیاس ہے
یہ درود ہے جس میں ہر منگلی لباس ہے

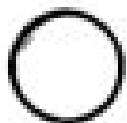
کوئی نظر ابھل کے دیکھتا نہیں کسی ہلف
ہر ایک شخص اپنی جستجو میں ہو جاؤ ۲

بُرا اقتدار و اختیار، سُرسکمِ دنگی کا یہ بہادر
بُجھی کسی کے پاس ہے بُجھی کسی کے پاس ہے

ورق درق بلندیوں کو چھوڑی ہیں پتیاں
یہ زندگی صحیحہ و عمل کا اقتباس ہے

— کوئی حیات آشتا ملے تو گفتگو کریں
کوئی خودی شناس ہے کوئی خدا شناس نہ ۳





میں ہوں وہ لفظ جو قید زبان ولب میں رہا
کماں سے نکلے ہوئے تیر کی طلب میں رہا

کبھی نہ نوٹ سکا خود فریضیوں کا حصار
میں دائرے کی طرح حلقة ادب میں رہا

ثبوت تھامرے منزل شناس ہونے کا
زبانہ نقش قدم کی طرح عقب میں رہا

میرے وجود کو گھرے تھا مصلحت کا غبار
جمالِ بیح تھا لیکن گرفت شب میں رہا

ہے میری پاس میں خود داریوں کی سیرا لی
میں ایسا جام ہوں جو دست بے طلب میں رہا

حیاتِ شمع کی مانند بزم ہستی میں
جدا ہر ایک سے رہ کر شریک سب میں رہا



کرتے رہیں کب تک ہم دنیا تری دلداری
اب ہم سے نہیں ہوتی ہٹنے کی اداکاری

الفاظ و معان بھی حیران نظر آتے ہیں
کچھ اس طرح بدلا ہے مفہوم دفادری

ہم خاک نشینوں کے قبضے میں ابھی تک ہے
سرماہی دلداری جا گیر روا داری

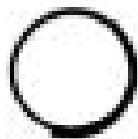
حالات کا پس منظر کردار بتاتا ہے
انسان نے سکھی ہے موسم سے اداکاری

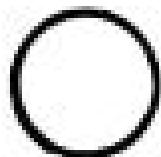
کم خرف بناتی ہے پیاس اور بڑھاتی ہے
انسان کی مجبوری، حالات کی دشواری

ہستی کا کوئی پہلو محفوظ نہیں رہتا
شعلوں میں بدلتی ہے جب جنگ کی چینگاری

قارون نماز بھی قیمت نہ لگا پائے
ہے اتنا گراں ماہر پیر اسی خود داری

تعیر کا مجوہ ہے ذردوں کی ہم آہنگی
ہے دلکش پر لمحوں کا ہڈیلوں سفر جاری





تمھیں دکھل کے دل داغ داع کیا کرتا
میں دوپہر میں جلا کر چسراع کیا کرتا

محبے پسند ہیں خواہوں کے ادھ کھنچنچے
اجاڑ کر میں تنا کا باع کیا کرتا

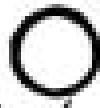
سمی طرح نہ رک جسم و جاں کی اندازی
نگاہ دل میں تھی سازش دماغ کیا کرتا

چلا گیا وہ اجائے سمیٹ کر اجئے
خوبی راہ گزند تھی چسراع کیا کرتا

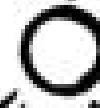
ن توڑا اس یے اب تک حیات سکر شہ
ترے وجود کو میں بے سُر اع کیا کرتا



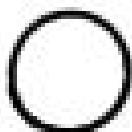
اعتداد دھو کا ہے اعتبار جھوٹا ہے
خودِ ہماری غفلت نے کارروائی کو لوٹا ہے
کل مل کے ساتھ تھا جبک موج تھا سندھ
قطرہ خود نما ہو کر جنپشوں سے ٹوٹا ہے



چھڑا ذکر میکدے کا مجھے جامیادا یا
مرانا نام جس نے پوچھا ترا نام یادا یا
بسمی سوچی صبا سے جو کلی کی یعنیدلوئی
وہ لطیف جنبشِ لب وہ سلام یادا یا



دلوں میں عزم شفق رنگ اپنے ضروری ہے
بدل دو فکر کا آہنگ اپنے ضروری ہے
حدوں سے بڑھنے لگا ہے غرد تیرہ شبی
نی کھر کئے جنگ اپنے ضروری ہے



سلام کے ادب سے سوال کرتا تھا
وہ شخص شرح عردو و ندوال کرتا تھا

جو بات کرتا تھا وہ بے مثال کرتا تھا
فریب دیتا تھا خود کو کسال کرتا تھا

وہ اپنے گلے کے اک بھول پر جنم دیا
جو تمکنت سے چمن پائسال نہ تھا

نظر انہائی تو ایک بھیر تھی مسائل کی
جہاں میں آپ کو تھا خیال کرتا تھا

مرا وجود ہے زخمی خود اپنے تیر والے سے
ہر ایک شخص سے میں غرض حال کرتا تھا



ہم اجاںوں کے لئے راتے ہے
مکھتے رہے
رُکشی اپنے حریفوں کو بھی دکھلاتے رہے

حال بکھرا کیا المات کے محترماں میں
لوگ ماضی کی حکایات کو دہراتے رہے

عزم تعمیر دلنے کے سماں میں عمار
برف کی آگ سے فولاد کو بچلاتے رہے

ہم تراشائے خواںوں سے عمل کے پیکر
بے عمل ذہنوں کو تعمیر دل میں الجھاتے رہے

علم دادر اک پہ مسبو طانہ تھی جن کی گرفت
وہ علامات سے مفہوم کو سمجھاتے رہے

ہم قدم لوگوں نے وہ درس دیا ہے ہم کو
اپنے سائے سے بھی ہر موڑ پہ کسترتے رہے



یقین کا حسن گماں میں دکھائی دیتا تھا
وہ جب بھی اپنے ستم کی صفائی دیتا تھا

حمد کا، طرب کا، تقدیر کا نشانہ رہا
ہجوم سے میں الگ کیوں دکھائی دیتا تھا

مصالحت نہ کجھ بھی اس سے ہو سکی میری
مجھے خود کی کے عوض جو خداں دیتا تھا

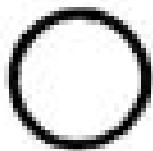
مکان کس نے جلانے تھے کون تھا قاتل
تمام شہرو اپنی صفائی دیتا تھا

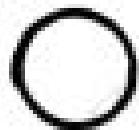
اسی کو قتل کیا ہے خدا پرستوں نے
جو لے کے نام خدا کا مادہاں دیتا تھا

وہ شخص الجھا بوا ہے طسم دنیا میں
خوب کو دعوت عقدہ کشائی دیتا تھا

جہاں میں شکر غم کو شکست دے کوئی
زمانہ آگے ہمیں کو بدھائی دیتا تھا

حیات اب طلب التفات ہے کس کو
جو سب کو تحفہ بے اختناقی دیتا تھا





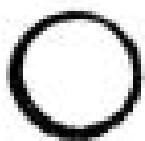
کسی کتاب سے نوچے ہوئے ورق کی طرح
ہے بے دیار محبت بھی آج حق کی طرح

ہیں آج سارے قیادہ شناس حیرت میں
ہر ایک چہرہ ہے اگ جملہ ادق کی طرح

نہ لئے ساتھ اجا لائے اور نہ تاریکی۔
بکھر گئے ہیں فھاؤں میں ہم شفق کی طرح

صدائیں گئی رہی ہمقوتوں کے جنگل میں
میں اپنا حال سنایا کیا سبق کی طرح

میں مجھے کرتا مکمل نقوشِستی کے
زخمِ حیات بدلتا رہا افق کی طرح



پیار، ایثار، قناعت ہیں خزانے میرے
مجھ کو جی بھر کے نوازابے خدا نے میرے

میلانے گرتے ہوئے لوگوں کو سبھالا کیوں تھا
بس اسی جرم میں کلٹے گئے ثانے میرے

چیل سکتا تھا میں خوبیوں کی طرح گلشن میں
مجھ کو محدود کیا عہدِ وفا نے میرے

مصلحت کو شی سے دم گھستا ہے اب اے دنیا
مجھ کو کوئی نادے خیالات پر انے میرے

غم کے شعلوں میں مگن تھا میں سوئے کھڑج
رات بھر روتی رہی شمع سرمانے میرے



ہمارے دیدہ ددل کا جواب بنتے ہیں
وہ آئینے جو ترا اتحاب بنتے ہیں

وہ جن خیالوں کے پسکر نہ ہم تراش کے
وہ لاشور میں گم ہوتے خواب بنتے ہیں

ہے میری ذات سے تیرے وجود کی تکمیل
الگ میں بُز نہیں، میں تو کتاب بنتے ہیں

نہ ریگ زار نہ دریگ، نہ دھوپ اور نہ لگاہ
بس آیک نشہ بیسے سراب بنتے ہیں

جو چھین لیتے ہیں ہونٹوں سے جرأتِ اظہاد
وہ ضابط سبِ انقلاب بنتے ہیں

عجیب بات ہے وہ جب بھی سامنے آئے
حیات پنے ہی آنسو محاب بنتے ہیں



کتابِ زیست سمجھنے کا جوازادہ کرے
وہ تجرباتِ گزشتہ سے استفادہ کرے

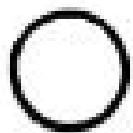
جو چاہتا ہے کہ منزل کو اپنی حادہ کرے
قیامِ تھوڑا کرے اور سفر زیادہ کرے

اسکر ہونہیں سکتے ہے پیار کا جذبہ
یہ وہ عمل ہے جو انسان بے ارادہ کرے

سمیٹ سکتا ہے بکھرنے ہوئی سرست کو
جو اپنے دامنِ احساس کو کشادہ کرے

طلب ہے گل کی تو خاروں سے اجتنب نہ کر
وہ جس کو چاہے اسی پرستم زیادہ کرے

حیاتِ خواب ہے اور خواب کی حقیقت کیا
نہیں بتاؤ کہ انسان کیسے وعدہ کرے



غیر کی مانند اپنا قتل خود دیکھا کئے
چند کھڑوں کے بے دریا کو ہم بھا کئے

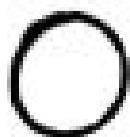
جسم کے فانوس میں پگلا کیا اپنا وجود
خود بکھر کر دوسروں کو روشنی باتھا کیے

اے زمانے آج ان سے اتنی پردہ داریاں
مدتوں جو بن کے آئیں تجھے دیکھا کیے

دھوپ نے فصلوں کے دروانے مغلل کر دی
اور سادن کوٹھیوں کے لان پر برسا کیے

نا ترا شیدہ میں اب بھی ان کتابوں کے ورق
غم بھر ہم جن کی تشریفات میں الجھا کیے

اے حیات آئینہ خانے میں مقید ہو کے ہم
اپنے کو دیکھا کیے لپنے بے سوچا کیے



کہتے والے زخمی ہیں سننے والے گھاؤں ہیں
تیرے پاس لے دنیا کس قدر سماں ہیں

مصلحت نے نجاشی ہے دوسری شخصیت ہم کو
دوستی کے قابل ہیں، دشمنی پہ مavail ہیں

خشک بہ زمینوں کے کس طرح ملیں بادل
موسموں کی دیواریں راستوں میں حائل ہیں۔

عقل کی گمانوں میں تیر جوڑ کر اکٹے
ہم شکار کی دھن میں خود کشی پہ مavail ہیں

جب تجوئے پن کی ارتقا کا محور ہے
ہم بھی اس مخلوق کے اے حیات قابل ہیں





حالات کے دلاؤ سے ہیجان میں رہے
ہم ساری عمر جنگ کے میدان میں رہے

تہائی ملتی افراد بھی خود کو بھی دیکھتے
مدت گزر گئی اسی ارمان میں رہے

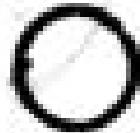
جب تجربوں سے ٹوٹے توقع کے آئئے
جو مصلحت پسند نہیں نقصان میں رہے

ان کے نتووش ابھرے ہیں قرطاسی وقت پر
با اختیار ہو کے جواہر سان میں رہے

ہم اپنی سطح چھوڑ کے تم تک نہ آسکے
لحاظِ انتقام تو امکان میں رہے

تو نہیں ہے شہر کا ران سے رابطہ
غالب کی طرح ہم بھی بیان میں رہے

لطفوں کے داروں میں سملئے حیات کو
حیرت زدہ سے دہر کے ایوان میں رہے





جہاں کے تنے حقائق سے جو کمیڈہ رہے
دہ جس بخوبی مسرت میں آب دیا رہے

زمیں سے جن کی جڑیں رابطہ بڑھانے میں
بہار میں بھی دہ پودے خزانہ رسیدہ رہے

جو خود سری میں ترے دکے محترف نہ ہو
نہ جانے کتنے درواں پر وہ رخیڈہ رہے

کنھیا ہولے زمانہ تو اس میں حیرت کیا
پچھر کے تجھے سے خود اپنے سے ہم کشیدہ رہے

چکا کے نہ کبھی قیمت اک نبسم کی
چمن میں غصہ دگل پسیرہن دیا رہے

حیات جب غم جاناں ہے مقصدِستی
زبان پہ عشرت دوار کا کیوں قصیدہ رہے



بجھے سے نظر میں ترے پسکر میں کھو گئے
ہم روشنی کے گھرے سمند میں کھو گئے

لکھے حرم سے جنعت آذر میں کھو گئے
دن سے بچے تورات کے منظرا میں کھو گئے

گھیرے ہیں ہر طرف سے مسائل کی قائلیں
جنہے ہمارے زیست کے فتر میں کھو گئے

موسم کے سرد گرم کا احساس کیا انھیں
جو اپنے گھر میں شام سے لبتر میں کھو گئے

کتنے ہی چانداں افق کائنات سے
حالات و خادثات کی چادر میں کھو گئے

کیا فکرِ نوکی ہوتی حیات ان کی جستجو
جو اپنے ہی خیال کے محور میں کھو گئے



میخانےِ حیات کا انعام دے گیا
دہ بمحکمہ کو ایک نوبابا جام دے گیا

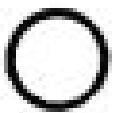
دہ فکر و فن کو جذبہ بے نام دے گیا
غزلوں کو میری پسکرا بہما دے گیا

آیا تھا ساتھے کے دہ سخت اچھی
رخصت ہوا تو تھنڈا دہا دے گیا

ظاہر ہوئے نہ چہرے سے دل کے تازہ تازہ
جھروں پر بصرہ بھی بہت کام دے گیا

صبا، شباب، وس و قرح رشی نگلا:
ہر شخص بمحکمہ کو ایک نیا نام دے گیا

دنیا کی نفیات سمجھے میں نہ آسکی
ہر آدمی حیات کو ازمام دے گیا



ہوسِ عشق میں اک جنگ رہی ہے برسوں
اہلِ الفت پر زمیں تنگ رہی ہے برسوں

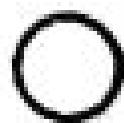
تیر کی نظر دیں سے عمَم آہنگ رہی ہے برسوں
ننگانی میں کل رنگ رہی ہے برسوں

اک نظر دیکھا تھا فطرت کا وہ شہکارِ حیل
چشمِ نظارہ مگر دنگ رہی ہے برسوں

ضبطِ غمِ دیکھ کر تجھے کبھی شکوہ نہ کیا
آرزو دل کی خفتِ رنگ رہی ہے برسوں

بے غمِ دوست تجھے اپنا بنانے کے لئے
غمِ دراں سے مری جنگ رہی ہے برسوں

آج تم رو توہر اسک ذرہ کثادہ دل ہے
ہی دنیا کی روشنی تنگ رہی ہے برسوں



خارج گردشِ دوران کو لوں دیا جائے
ہوانے گرم کو بادِ صبا کہا جائے

غمون کا زہر بے ننگی کام رمایہ
مرستوں کا اگر تجزیہ کیا جائے

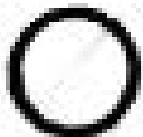
ہے تو زنا کسی صورت غرور طوفان کا
کنارے لا کے سفینہ ڈبودیا جا ہے

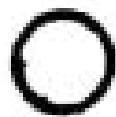
بہل کے لے گیا سیلاپ وقت کا ان کو
جو عیشے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے

پر کھو لو جس کو بھی حالات کی کسوٹی پر
وہ نقشِ پا کی طرح ساتھ چھوڑ دیا جائے

سُوکِ اہلِ وفا دیکھ کر یہ سوچا ہے
خود اپنے آپ کو اب بے وفا کیا جائے

حیاتِ اس کی کھنک تا حیات رہتی ہے
وہ فیصلہ کہ جو عجلت میں کر دیا جائے





محمد و دنگا ہیں کے حسن سم توٹ رہے ہیں
تاریک اجالوں کے بھرم توٹ رہے ہیں

اس دور کی بدلی مولی رفتار کا عالم
شیشوں کی طرح لفتش قدم توٹ رہے ہیں

نشستہ ہے مراجام تو کچھ غم نہیں ماتی
ہ غم ہے کہ رندوں کے بھرم توٹ رہے ہیں

اس راز کو اربابِ سیاست نے پوچھ جو
کیوں رابطہ دیر و حرم توٹ رہے ہیں

یہ زیست ہے یاریت کا کمرز در گھر و ندا
بن بن کے یوں ہی صدیوں کے ہم توٹ رہے ہیں

حالات کا یہ رخ بھی حیات آپ سمجھ لیں
کیوں ظلم باندازِ کرم توٹ رہے ہیں



ہر گز رتے لمبے نے یہ پیام چھوڑا ہے
آن گفت سائل ہیں اور وقت تھوڑا ہے

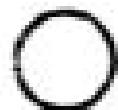
سیم وندے ملتی ہے عظمتوں کی تابانی
ہم سے کچھ فقیر دل نے یہ طسم توڑا ہے

کھل اک کے آنکن میں صح صکرانے کی
آج کے تقاضوں سے جس نے رشتہ جوڑا

ہم کریں شکایت کیا اس پہ اور پیار آیا
اس نے آئینہ دل کا اس ادا سے توڑا ہے

اور سونے والوں کی نیند ہو گئی گھری
دھوپ کی تمازت نے جس قدر بھجوڑا ہے

کیوں ہر اس طاری ہے نوشکفہ غنجوں پر
اے حیات پھولوں کا کس نے رس پھوڑا ہے



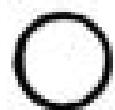
اجھن میں اجالا ہے حیرت میں اندر ہے
دنیا تے آنکن میں یہ کیسا سورا ہے

صدیوں سے یہے روز دش چھوٹ کا فرج باری
لحاظات کا آئینہ سیرا ہے خیرا ہے

حضرت نے عطا کی ہے یہ بے سر و سامانی
دل خانہ بد و ثنوں کا اجڑا ہوا ذیرا ہے

سانسوں سے سبک ہو کر بڑھ جاتے میں گائے
یہ پیکر خاکی تو اک رین لسیرا ہے

سرغاہہ اصولوں کا رکھ گھر میں حیات لپنے
ہر گرام پہلاں رہن ہر موڑ لسیرا ہے



ہر صبح نکلتے ہیں ہر شام کو ڈھلتے ہیں
سورج کی طرح ان کے انداز بدلتے ہیں

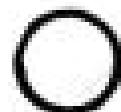
ٹائیکی راہی کو سائے کی ضرورت ہو
اس واسطے اے یار دہم دھوپ میں چل پئیں

یہ رات کی تاریکی قاہم ہے سویہ کی
جنبے کی حرارت سے تپڑ بھی پکھلتے ہیں

چہروں کے آغیر کا احساس نہیں ہم کو
ہم جب بھی بستے ہیں آئینے بدلتے ہیں

احساس و عمل دونوں ہیں دھنِ جان و دل
پر دلنے بھی جلتے ہیں دیولنے بھی جلتے ہیں

منزل نے حیات ان کے خود بکھر کے قدم جوے
منزل کا یقین لے کر گھر سے جو نکلنے نہیں



مقابل اپنے حقیقت کا آئینہ رکھنا
اندھیری رات میں دووازہ مت کھلارکھنا

یہ سونو کرب مجھے تحریکوں نے بختا ہے
جلانا متع تو دامن سے فاصلہ رکھنا

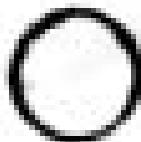
نہ توڑی اس نئے میں نے سکوت کی زنجیر
ابھی ہے ان سے تفااطب کا سلسہ رکھنا

کشش زمیں کی توازن درست کرھی ہے
بکھرنا ہو تو فضاوں سے رابطہ رکھنا

خود اپنے واسطے بہتر جیسے سمجھتے ہو
دی سلوک مرے واسطے رودارکھنا

نَذْبُ كَهْرَبَے کی ڈالے ہوئے ہے سر کھائی
درست اپنی نگاہوں کا زاد یہ رکھنا

میں کر رہا ہوں مکمل حیات کا پیکر
جفا کا کولی بھی پہلو نہ تم انھا رکھنا





خود سے ملنے کے لئے بھیں بدل کر جانا
آئینہ خانے میں جانا تو سبھل کر جانا

ایک پرلوٹ کے جل بخشنے کا حاصل معلوم
بزم سے شمع کی مانند پختھل کر جانا

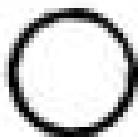
میرا مقصد تھا سنور جائیں وفا کی راہیں
درد نہ دشوار نہ تھا راہ بدل کر جانا

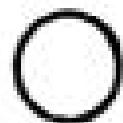
وادی عشق میں چاہو جو میک سانس لوگی
مورچ صہبائی طرح جام میں ڈھل کر جانا

نبضِ کونین کی دھڑکنے سے عمل کی آہٹ
میں نے اس راز کو ساحل سے نکل کر جانا

دامن فقر میں سایہ ہے جہا نگیری کا
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں چل کر جانا

اے حیات اپنے می احسان نے بڑھنے نہ دیا
کتنا آسان تھا اگر توں کو کچل کر جانا





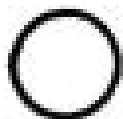
تم فریب کھلتے ہو ہم فریب بکھاتے ہیں
تھہوں کے دامن میں دونوں گم چھپا کر میں

جان بوجھ کر ساتی ام جو رکھتا تے ہیں
ظرف کرنے والوں کا ظرف آزماتے ہیں

احتیاط سے پھینکو سنگ بدگانی کے
دوستی کے آئینے ان سے نوت جلتے ہیں

غیر سختہ رنگوں سے مت رنگوں باسون کو
رُت بدلتے ہی یار دیہ بھی چھوٹ جاتے ہیں

پوچھتا ہے جب کوئی حال اے حیات اپنا
آن تھیں بھیگ جاتی ہیں ہونٹ مسکراتے ہیں



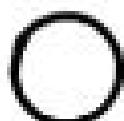
بزرہ ہے گل ہے اور نہ کوئی درخت ہے
اے دوست و فادہ گز رگا و سخت ہے

حالات کی تپش نے ابھی ہونٹ خنک ہیں
کیسے کہوں کہ آپ کا ہجہ کرخت ہے

اب تک نہ جس کے سائے میں کوئی پنپ سکا
انسان کی ہوس دہ گھیرا درخت ہے

مغوم کیسے سمجھیں اثابے کنائے سے
ہر طمعِ لگاہ کا صرعِ دولخت ہے

جس شکل میں حیات کو تم چاہو دھال لو
پھولوں کی سیج ہے یہی کانٹوں کا تخت ہے



آنئنے سے ہم شکوہ بیداد کریں کیا
حراب ہیں کہ خود اپنے سے فریاد کریں کیا

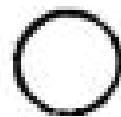
موسم کی طرح روز بدل جاتے ہیں چہرے
لے مغلبِستی مجھے آباد کریں کیا

ہے مشورہ احباب کا ہم خود کو بھلا دی
اب تو ہی بتا اے دل ناشاد کریں کیا

مدت ہوئی لوٹی نہیں یادوں کے پرندے
جو بجولے ہوں خود کو وہ مجھے یاد کریں کیا

ہم خود ہی طلب سے ہوں وہ حصہ ہیں گم تھے
سچی اپنا خطا ، شکوہ صیاد کریں کیا

ہے پیاس سے احساسِ حیات آج بھی تھی
اے ساقی میخانہ مجھے یاد کریں کیا



آج حالت ہے وہی فن کے پرستاروں کی
راکوں کے ڈھیر میں جو کیفیت انگاروں کی

دھوپ مقصد کی جنخیں گرم سفر کرتی ہے
کیا سکوں پائیں گے وہ چھاؤں میں یورنیکی

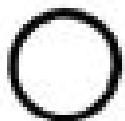
اہل ظاہر کی پریشان نظری ظاہر ہے
اہمیت دیکھ کر تھر میں گنہگاروں کی

جب ہوا ساقی مئے خانہ کرم آسادہ
لذت لشنا بی بڑھ گئی منسواروں کی

دور حاضر میں سیاست کی نظر بندی ہے
سرحدیں مل گئیں دیرانوں سے گلزاروں کی

آئینہ دل کا حیات آپ بچا کر گزریں
دور تک گردے گرل ہوئی دیواروں کی





مشعل کی طرح بڑھ کر ہر رات کو سر کرنا
کیا شمع کی صورت سے رور کے تحریر کرنا

احاس کی تاریکی ہے قائلِ خود داری
محنت کے اجائے میں ہسی کا سفر کرنا

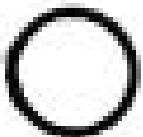
لفظوں میں چھپا لینا چہرے کے لغیر کو
اقرارِ محبت سے انکار اگر کر نا

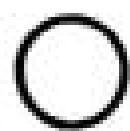
بے باخبری کیلے ہے سخومِ خودی کیلے ہے
تحریر کے ہر آک ساحلِ نختی کا سفر کرنا

خرمن سے الگ رکھنا افراط کے شعلوں کو
تم شہرِ خلاقوں میں آباد اگر گر نا

موکم کے بدلتے سے ہم اور جن بدلیں
فطرت ہے گلابوں کی کانٹوں میں بسرا کرنا

تلقید کا آئینہ دکھلائے اگر کوئی
تو پہلے حیات اپنے چہرے پر نظر کرنا





احس کا بوجھ دوش خودی پر خاب انھار
مت اس قدر جکو کہ سہارے سے نوٹ جاؤ

حائل ہو وقت راہ میں مت فاصلہ ڈھاؤ
ایسا نہ ہو کہ بھرن سکیں دو ریوں کے گھاؤ

ٹھنڈا ہوا ہے شہر تفافل کی برف سے
پھرے جلا د قرب د اخلاص کے آلا د

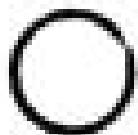
کھا فائد د کھانے سے سورج کو آئینہ
تاریکیوں میں بن کے دیا راستہ د کھاؤ

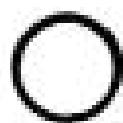
جب بھی ملیں تو عکس تعلق د کھانی دے
تم آئینہ بتو تو مجھے آئینہ بناؤ

سیاروں کی طرح سے نہ بھکو خلاؤں میں
تم پھر مرے خیال کے محور پر لوٹ آؤ

پھر تیربارشیں ہوں تو دریا سے ہم ملیں
لایا ہے اس مقام پہ سیلاب کا بہاؤ

جب ہے حیات سنگ دلوں سے معاملہ
نہیں آئیں ہے بنو کر لگئے تھیں ٹوٹ جاؤ





مہر و ماہ کی صورت روز و شب تکلنا ہے
میں سفیر اجالوں کا میرا کام چلنے ہے

کائنات ہستی میں اہل دل کی بستی میں
شمع کی طرح مجھ کو ساری رات جلنے ہے

منزل یقین میں ہے منزل آگئی میری
درویوں کو قدموں کی آہوں میں ڈھننا ہے

آدمی کو اندر نئے بے عسل بناتے ہیں
پہلے لڑکھڑانا ہے بعد میں سنبھالنے ہے

کوئیوں سے کٹیوں تک روشنی پیچ جلنے
اس طرح چراغوں کا زادیہ بدلتا ہے



مہد مہر جس کی تجلیاں اسی رخ کا آئینہ دار ہوں
ہے گرفت گردشی وقت پر میں اسی گلیسوئے یار ہوں

تری پائے نازکے فیض سے مری عظمتیں مری فعتیں
ہیں بلندیاں مری رہ گزر، تری رہ گزر کاغبار ہوں

میں جدھر سے ہو کے گزر گیا ترا تذکرہ بھی میک انحا
ترے نام سے مر اسلامہ، میں نقیب فضل بہار ہوں

نہ یقین کا کوئی مسئلہ نہ گمان کا کوئی مرحلہ
میں امین ہوں تے عشق کا، میں تری نظر کا قرار ہوں

نہ رہے حیات سے رابطہ توکشش رہے نہ رہے جلا
ہے زمانہ وہم میں مبتلا کر میں آئینے کاغبار ہوں

جاری ہیں سوالوں سے جوابات کے دریا
بے سمت ہیں صدیوں سے نظریات کے دریا

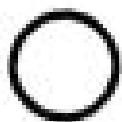
محبرائی، تعلق نہ حرارت نہ تعلق،
اس دور میں انسان ہیں برسات کے دریا

رک جاتی ہے تمہیب و تسدن کی روان
جب سوچتے لگتے ہیں روایات کے دریا

تخریب کے گھڑیاں لگل جائیں گے کب کچھ
روکے نہ سکے محیرہ فادات کے دریا

دیواروں سے فطرت کہیں مخصوص ہوئے،
رخ اپنا پلتے نہیں جذبات کے دریا

تعیر کا محور ہے، محبت کا ہے سنگم
جس موزپہ ملتے ہیں خیالات کے دریا



چاری ہے مدتوں سے مری ذات کا سفر
یہ کس کی جستجو میں ہے دن رات کا سفر

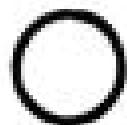
کھو جائیں گے دہ اجنبی قدموں گی گردیں
باتوں سے طے کریں گے جو حالات کا سفر

کر لون نے بڑھ کے صح کی پرده نامی کی
جس موڑ پر تسام ہوا رات کا سفر

بے رابطہ ہے اس طرح شہروں کی زندگی
بیسے اندر ہیری رات میں برسات کا سفر

جب سے کیا ہے ہم نے بزرگوں کے انحراف
بے سمت ہو گیا ہے خیالات کا سفر

یہ بزم کائنات اجڑائے گی حیات
جس روز ختم ہو گا یہ ذرات کا سفر



علقوں میں دائروں میں حصاروں کی قیدیں
صدیوں سے زندگی ہے گھر نہیں کی قیدیں

پردے اٹھیں تو ساری فنا جگگا اٹھے
ہے اس قدر اچالا دریوں کی قیدیں میں

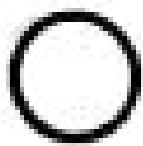
رثتے، اصول، نام، دنب، دولت و وقار
اک آدمی ہے اتنے خلاموں کی قیدیں

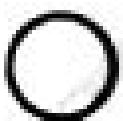
دونوں پر سکراتے ہیں زندگی کے بامودر
ہیں قید کرنے والے اسیروں کی قیدیں

تعیر کے چاغ ہیں پہمانے ظرف کے
دریا اسی یہے ہے کناروں کی قیدیں

سنتے ہیں اجنبی کی طرح اپنی آہٹیں
ہم بھر سے جانے والے ہیں غاروںگی قیدیں

نوک قلم سے صدیوں کو کرتے رہے اسی
لیکن حیات گزرنگی ہے لمحوں کی قیڈیں





حسن زندگی میں ہے عزم کی روانی سے
راستے نہیں بنتے پر سکون پانی سے

گھر راجاڑ نے دریے کا شرچھیر بھی
گھر بائے جلتے ہیں کتنی جان فناں سے

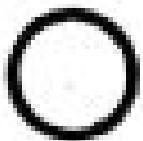
میں گھر اہوں دانتوں میں اکنے بان کی ہوتے
اپنی صاف گولی سے اپنی حق بیان سے

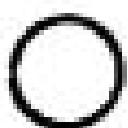
پرداہ یقین میں رکھ آئنسے محبت کا
فکس دھنڈ لے ہوتے گرد بدگانی سے

ہم مزاج اردو ہیں ہم یقین کر لیں گے
جھوٹ بولے لیکن بولیے روانی سے

لب انھیں یہ شکوہ ہے ہم زبان نہیں کوئی
پہلے مطمئن تھے وہ سیر کی بے زبانی سے

درس گا و فطرت ہے زندگی حقیقت ہے
کیا حیات سے رشتہ قصے اور کہانی سے



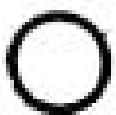


گمان کی حدود میں ہے اب شعور آگئی
لئے پھرے ہے کام سلب شعور آگئی

دہی پوچھ کے گمان کی راہ سے لقین بک
عطائے گئے ہے جن کو میر رب شعور آگئی

جودل کی رہنمائی میں چلیں عمدل کی راہ پر
حوال کائنات کا سب شعور آگئی

المحظی ہے کائنات سجلوں کے چال میں
عزم زرگی ہے اپنی حد سے جب شعور آگئی



چاہتوں کے نرغے میں حسرتوں کے گھیرے میں
چشی کی طرح ہم بھی رہتے ہیں اندھرے میں

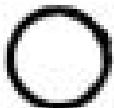
پسغز جس کا خستہ کیوں نہیں ہوتا
اب تو آس کے تھپی سوچنے اندھرے میں

ذات کے اجائے میں کائنات کو دیکھو۔۔
کس دتے نہیں سکتا آئینہ اندھرے میں

ماہر کے چہرے سے کیا اتر گیا چہرہ
ہے سکوت سرگوشی کیوں ہر لکڑی پر میں

ہم بھی کیا تاشہ ہیں دستیں بنانے کو
دالکے بتاتے ہیں قید ہو کے گھیرے میں

انکے گیوئے رخ سے جب حیات نبیجے
اُقیاز بریں کیا شام اور سورہ میں



حر توں کی محل میں عمریوں گزار آئے
بیقرار پہنچے تھے انہ کے بیقرار آئے

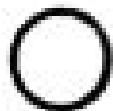
خود ضمیر سے اپنے غیر سلطمنی میں جو
کیا مری دفاتر کا ان کو اعتبار آئے

جو سکوت کو تیرے نہتے تھے... ۔ ۔ ۔
ان علیف لمحوں کو ہم کہاں گزار آئے

ان کے لب یوں ساکت میں جیختاں پکڑتاں
جود عائیں کرتے تھے موسم بہار آئے

جن جتو کی منزل میں وہ مقام آیا ہے
جس جگہ خود اپنے پر آدمی کو پیار آئے

بازگشت رقصاب ہے اپنے نی صدائیں کی
ہم حیات کو جا کر ہر طرف پکار آئے



صلکے حسن سے خود کو نگہارتے جائیں
دلوں میں پیار کا جذبہ بے ابھارتے جائیں

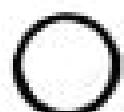
خلوصِ عشق کی تایانیاں عطا کر کے
جمالیار دے بشر کو نگہارتے جائیں

سچے سوچ کر چلے آئے میں بزمِستی میں
نگہبھی بوقرضی اتسا اتارتے جائیں

طلسماتیرہ شیئوٹھے ہی والا ہے
یقینِ صحیح یے شبِ گزارتے جائیں

ہم اسی خیال سے خود کارروان کے پیچے میں
جو سو گئے ہیں انھیں بھی پکارتے جائیں

حیاتِ ان کی تباہی میں کس کو شکب ہو گا
جو جیتے کی تمنا میں ہارتے جائیں



سیلِ اشکباری ہے موج بیقراری ہے
درد کا سمندر اب زندگی ہماری ہے

فکر کے دریے اب کھوٹا نہیں کوئی
آج ذہن انسان پر اتنا خوف طاری ہے

ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں آئیں
اپنے ہی گناہوں سے ہم شرمساری ہے

ان کو بھول جائیں ہم مشورہ ہے یاروں کا
جنہوں بھت کیا اتنا الشیاری ہے

سب کو جلتے دیکھ لے اپنی آگ میں لیکن
ہم نے بن کے پروانہ زندگی گزاری ہے



گرب، یاس، آنہائی، شعر، جام یاد آئے
اک تجھے بدلانے کو کتنے نام یاد آئے

صرف کر دیا ہم نے دن تو خواب بننے میں
جب ہوئے اسیر شب سارے کالی یاد آئے

آئینہ ہوا جب بھی عکس درجاضر کا
ترشہ کام یاد آئے خالی جام یاد آئے

دل کے ساتھ منظر بھی زاویہ بدلتا ہے
چہرہ سحر دیکھیں، زلف شام یاد آئے

ہو گیا ادھورا یعنی اتنا ذہن پر حاوی
جننے قصے یاد آئے ناتسام یاد آئے



لفظوں سے بنائکر ہم تصور گلابوں کی
تعسیر بتاتے ہیں دیکھے ہونے خوابوں کی

بندہ بات کے آئینے حالات نے تو ٹھیک ہیں
فرصت نہ سوالوں کی، زحمت نہ جوابوں کی

دیکھیں جو کھلا چہرہ وہ اجنبی لگتا ہے
ماحوں پہ چھائی ہے وہ گرد نقابوں کی

بے نام جزیروں کو آباد کیا میں نے
ہستی کا سندھ رہے ہستی مرے خوابوں کی

بیا علم کی قیمت ہے معلوم ہوا مجھ کو
فہرست مجھے جب دی بچوں نے کتابوں کی

لقطوں کا خرچ روک کفایت شعار بن
دانشوروں میں بیٹھ اعلامت نگار بن
خدمت کے آئینے میں بے مخدومیت کا عکس
فرقِ خودی جھکا کے عبادت گزار بن

کتبہ۔ عبدالمنان۔ بہراجی۔ بکھنوا

سید حکیم فاروقی مدرسہ میں

- * نیکو خوبی کرنا کوئی کوئی کرنا نہیں جو جنگل کا لفڑا کھانا کھانے کا رہا ہے اس کی کیونے
حیاتِ زاری سکر اپنے کام کے کر کریں جانے کا رہا ہے اس کی کیونے
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
- * ناکروزیندہ شکر
شکر کے بندی میں اکھڑا کر کریں
حیاتِ زاری کے بخواہی کی نہیں
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
- * حیاتِ زاری کو اکھڑا کر کریں اور ساری کوئی
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
- * مکن کے افسوس مکن کے افسوس کے سامنے
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
- * بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
- * جیاتِ زاری نے ختمیں دیکھ کر اپنے کام کی طرف کوئی کام کر کریں
کام کی طرف دھرنٹا کیا کہ اپنے کام کی طرف کوئی کام کر کریں
سکر جائے اور ایسے کوئی کام کر کریں اور ایسے کوئی کام کر کریں۔
- * بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔
بچ کر کر کرے بچے بچے پریستِ داریت کی ایسا ہے۔